البقرة: 258

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ

(کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیمؑ سے اُس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا کہ اللہ نے اُسے بادشاہی دے رکھی تھی)

اِس سے پہلے آیت الکرسی تھی جس میں توحید کی بنیادی تعلیمات ذکر کی گئی۔ اللہ کی پہچان کرانے کے بعد کہا گیا کہ کسی کو دین میں داخل کرنے پر کوئی زبردستی نہیں کیونکہ ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ جو لوگ طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے انھوں نے مضبوط کڑا پکڑ لیا۔ اور ایسے لوگوں کا دوست، مددگار، سہارا اللہ تعالیٰ ہے۔ اب یہاں عملی طور پر واضح کیا جارہا ہے۔

یہاں سے تین واقعات کا ذکر ہیں۔ تینوں میں بتایا گیا کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھوں میں ہیں۔ پیچھے آیت الکرسی تھی جس میں اللہ تعالیٰ کی صفت **الحی** کا ذکر تھا جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی دیتا ہے۔

اِسی طرح ابراہیمؑ نمرود جیسے بادشاہ کے سامنے اکیلے بغیر فوج کے مناظرہ (Debate) کرنے گئے جس میں انکی جان کو خطرہ تھا۔ نمرود انھیں مار سکتا تھا لیکن زندگی کی حفاظت اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔

اِس آیت سے پہلے **طاغوت** کا ذکر تھا۔ یہاں نمرود بادشاہ **طاغوت** ہے جو اپنے آپکو اِلٰہ کہتا تھا۔ اس کا نام تک قرآن میں ذکر نہیں کیا گیا۔

پچھلی چند آیتوں میں بھی ابراہیمؑ کا ذکر تھا۔ اب دوبارہ یہاں ابراہیمؑ کا ذکر آیا ہے۔

قرآن میں یوسفؑ کے علاوہ کسی کا بھی قصہ مکمل اور مسلسل ذکر نہیں کیا گیا۔ دوسرے نبیوں کے بارے میں جو بھی باتیں بتائی گئی ہیں وہ اُن آیات کے مضمون کے حساب سے بتائی گئی۔ اور جو بھی قصے بیان کئے جاتے ہیں وہ سبق لینے کے لیے ہوتے ہیں۔ مثلاً جب اللہ کے راستے میں لڑنے کی بات کی گئی تب طالوت اور جالوت کا واقعہ بیان کیا گیا۔ اور بہت زیادہ تفصیل سے نہیں بیان کیا گیا بلکہ وہی بات بتائی گئی جو ضرورت کی تھی۔ غیر ضروری باتیں جس سے کوئی ہدایت یا سبق نہیں مل سکتا اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

ابراہیمؑ کے بارے میں چند باتیں:

انکی پیروی کرنے والے لوگ بہت ہی کم تھے۔ اُن کے والد نے انھیں گھر سے نکال دیا تھا۔ ابراہیمؑ نے بہت سارے علاقے میں اسلامی تعلیمات دینے کے لیے سفر کئے تھے۔ وہ کبھی بھی ایک ہی علاقے میں طویل وقت نہیں ٹھہرے۔

جب بھی اسلام کی سچی تعلیمات کوئی دنیا میں پھیلاتا ہے تو لوگ ڈرنے لگتے ہیں کہ اب انصاف قائم ہوگا۔ پھر لوگ اس داعی کو ستانا شروع کرتے ہیں۔ یہی حال ابراہیمؑ کا ہوا۔ نمرود کو جب پتہ چلا تو وہ ابراہیمؑ سے بحث مباحثہ کرنے لگا۔ چونکہ بادشاہ کو زیادہ خوف ہوتا ہے کہ لوگ اُسے چھوڑ کر دین کے داعی کی بات ماننے لگے گے۔ اِسی طرح فرعون کو بھی موسیٰؑ سے خوف تھا۔ بہرحال۔

اِس آیت میں کہا جارہا ہے کہ کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اسکے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا۔ یہاں **رَبِّهٖٓ** کا مطلب ابراہیمؑ کا رب بھی ہو سکتا ہے اور نمرود کا رب بھی ہو سکتا ہے۔ اگر نمرود کا رب معنی لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ تعجب کی بات ہے کہ نمرود کا رب بھی اللہ ہی ہے اور وہ اپنے ہی رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا؛ وہ رب کے وجود کے بارے میں، رب کے مالک ہونے کے بارے میں جھگڑ رہا تھا۔ وہ اپنے آپکو رب کہتا تھا۔

آجکل عوام کی مدد سے لوگوں کو حکومت ملتی ہیں لیکن پہلے زمانے میں لوگوں کو انکی حکومت پختہ کرنے کے لیے طرح طرح کے من گھڑت فلسفوں سے کام لینا پڑتا تھا۔ اُن فلسفوں میں ایک چیز یہ تھی کہ وہ اپنے آپکو دیوتاؤں کی انسانی شکل بتاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ الٰہ جہاں بھی ہے، ہم دنیا میں اسکی انسانی شکل ہے لہٰذا ہم الٰہ ہے۔ فرعون نے بھی یہی کہا تھا جیسے نمرود نے کہا تھا۔ ابراہیمؑ کی قوم سورج، چاند کی پجاری تھی۔

نمرود اپنے آپکو الٰہ یا انسانی شکل میں دیوتا ہونے کا دعویٰ اِس بناء پر کررہا تھا کہ اُسکے پاس بادشاہی تھی۔ بادشاہی کے پیچھے یہی نظریہ تھا کہ وہ لوگوں سے اپنے آپکو دیوتا منواتے تھے۔ اُن کے منہ سے نکلی ہر بات اور ہر حکم خدائی حکم سمجھتے تھے۔ پہلے زمانے میں بادشاہ خدا کا درجہ رکھتے تھے۔ اِس لیے وہ اپنے حکم منوانے کے لیے جبر اور ظلم و زیادتی کے طریقے استعمال کرتے تھے۔ لوگ ان کے سامنے غلاموں کی طرح ہوتے تھے۔ لوگوں کی اپنی کوئی سوچ نہیں ہوتی تھی۔ لوگوں کی سوچ اور لوگوں کا دین وہی ہوتا تھا جو بادشاہ کہے۔ بادشاہ کو ہی وہ خدا مانتے تھے۔

ابراہیمؑ نے جب توحید کی بات کی تو ظاہر ہے ہر طاغوت کی نفی ہوئی اور خدائی کا دعویٰ کرنے والے بادشاہ (نمرود) کو خوف ہوا۔ اسلیے وہ ابراہیمؑ سے جھگڑنے لگا۔

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ کہ اُسے اللہ نے بادشاہی دے رکھی تھی۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ تو حکومت کسی کو بھی دے دیتا ہے لیکن دنیا کی ساری حکومت کسی کو بھی اللہ نے نہیں دی۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ پوری دنیا میں ایک ہی حاکم ہو۔ نہ شروع سے کبھی ہوا اور آگے بھی نہیں ہوگا۔ لیکن اسکے باوجود لوگ تھوڑی سی حکومت پاکر خدا بننے لگتے ہیں۔ صرف حکومت ہی نہیں بلکہ اللہ اگر کسی کو کچھ صلاحیتیں بھی دے تو وہ اپنے آپکو بڑی چیز سمجھنے لگتے ہیں اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔

اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ

(جب ابراہیمؑ نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے)

آیت الکرسی میں سب سے پہلے رب کا جو تعارف کرایا گیا وہی تعارف ابراہیمؑ نے کیا۔ ہمیں بھی اسی طرح اپنے رب کا تعارف کرانا ہے کہ رب وہ ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور زندگی دیتا ہے۔ ہر چیز اسی نے پیدا کی۔ سبھی کا وجود اسی کی وجہ سے ہیں اور وہی موت دیتا ہے۔ جسکے ہاتھ میں زندگی اور موت ہیں وہ ہمارا رب ہے۔

ابراہیمؑ کی زندگی میں بھی ایسے کئی واقعات ہوئے جس میں انھیں عملی طور پر تجربہ تھا کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ یعنی انھیں صرف علم ہی نہیں تھا بلکہ وہ اپنی زندگی میں بار بار اس کا تجربہ کررہے تھے کہ زندگی اور موت کا کنٹرول اللہ ہی کے پاس ہے جو ایک اہم سبق تھا۔ جیسے:

1> انھیں آگ میں پھینکا گیا لیکن موت نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بچا لیا۔
2> انھوں نے بیوی بچے کو بیابان صحرا میں چھوڑ دیا تھا جو مرنے کے برابر تھا چونکہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔
3> انھیں خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ وہ بیٹے کو ذبح کرنے ہی لگے تھے کہ اُسے بچا لیا گیا۔
4> وہ نمرود کے دربار میں مناظرہ کرنے گئے تھے اور زیادہ ممکن تھا کہ نمرود انھیں قتل کردیتا لیکن اس نے انھیں قتل نہیں کیا۔
5> پرندوں کو مارکر ان کا اللہ کے اذن سے دوبارہ زندہ ہونے کا عملی تجربہ انھوں نے دیکھا تھا۔

یہ سب ابراہیمؑ کی زندگی میں بار بار تجربے ہورہے تھے۔ بہرحال انھوں نے رب کا تعارف اِس بات سے کیا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے۔

قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ

(اس [نمرود] نے کہا: میں بھی زندہ کرتا ہوں اور میں موت دیتا ہوں)

روایات میں آتا ہے کہ نمرود نے یہ ثابت کرنے کہ زندگی اور موت اسکے ہاتھ میں ہے، اس نے اپنے قیدخانے کے دو قیدیوں میں سے ایک کو قتل کردیا اور دوسرے کو آزاد کیا۔ اور کہا کہ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ حالانکہ ابراہیمؑ نمرود کو یہ جواب دے سکتے تھے کہ جس شخص کو تونے مار ڈالا، اُسے زندہ کرکے دکھا یا یہ کہہ سکتے تھے کہ تو نے اسے زندہ نہیں کیا بلکہ جسے اللہ نے زندگی دی تھی، اُسے تونے چھوڑ دیا، وہ تو پہلے سے ہی زندہ تھا۔ ایسی کوئی لمبی بحث ابراہیمؑ نے نہیں کی۔ اُس بحث کو انھوں نے چھوڑ دیا اور دوسری دلیل لے آئے۔ کیونکہ اُن کا مقصد اپنے آپکو منوانا نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا تعارف کروانا مقصود تھا۔ وہ اپنی پہلی بات پر اڑ کر نہیں رہے۔ اور یہ تبلیغ کا صحیح طریقہ ہے کہ اگر کوئی ایک بات کو صحیح طریقے سے سمجھ نہیں رہا ہے یا سمجھنے کے باوجود بھی اور زیادہ بحث کررہا ہے تو اُسے کسی اور طریقے سے سمجھائے۔

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

(ابراہیمؑ نے کہا: بے شک اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا اسے مغرب سے نکال کر دکھا)

يَاْتِىْ ← آنا   يَاْتِىْ بِ ← لانا

(*) یہاں ابراہیمؑ نے "رب" کا لفظ استعمال نہیں کئے بلکہ "اللہ" کا لفظ استعمال کئے۔ کیونکہ نمرود اپنے آپکو رب کہتا تھا۔ تو واضح کرادیا گیا کہ میرا رب "اللہ" ہے۔

آیت الکرسی میں جو اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا گیا **الحی القیوم** وہ پہلی دلیل ابراہیمؑ نے دی کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے یعنی زندگی اور موت **الحی القیوم** کے ہاتھوں میں ہے۔ اور دوسری دلیل بھی آیت الکرسی سے ہی دی **لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ** (جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے)۔ ابراہیمؑ نے کہا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا اُسے مغرب سے نکال کر دکھا۔ یعنی سورج کا کنٹرول اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ ابراہیمؑ نے نمرود کو کائنات کی نشانی پر غور کرنے کہا۔ کیونکہ انسان ہر دن سورج کو مشرق سے طلوع ہوتے دیکھتا ہے۔ یہاں عام انسان کے عقل کے مطابق بات کی گئی تاکہ وہ اِسے آسانی سے سمجھ سکے۔ سائنسی مطالعہ کی بات نہیں کی گئی بلکہ عام انسان کے مشاہدے کے مطابق بات کی گئی۔ ویسے بھی ابراہیمؑ کی قوم سورج، چاند اور ستاروں کی پجاری تھی۔ انھیں یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ جن کی یہ پوجا کرتے ہیں، ان ساری چیزوں کو اللہ ہی کنٹرول کرتا ہے کیونکہ اللہ خالق ہے اور باقی ساری چیزیں اسکی مخلوق ہے۔ ابراہیمؑ نے نمرود سے کہا کہ تو سورج کو مغرب سے طلوع کر۔

فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ

(چنانچہ وہ ہکا بکا رہ گیا جس نے کفر کیا تھا)

ابراہیمؑ جب بھی دعویٰ کرتے تھے، ایسی بات کہتے کہ سننے والے سوچ میں پڑ جاتے۔ جیسے کہ جب انھوں نے بڑے بت کے علاوہ سارے بتوں کو توڑ دیا تھا اور قوم کے پوچھنے پر کہا تھا کہ اِس بڑے بت نے یہ کام کیا تو وہ تھوڑی دیر سوچنے لگے اور شرمندگی سے کہا کہ یہ تو بولتے نہیں۔ اِسی طرح انھوں نے سورج، چاند، ستاروں کے ڈوبنے کی دلیل دے کر غور و فکر کی دعوت دی تھی۔ بہرحال

جب نمرود نے دوسری دلیل سنی تو تھوڑی دیر کے لیے وہ حیران، لاجواب ہوگیا۔ وہ جواب دینے سے عاجز ہوگیا۔ وہ حیرانی کی وجہ سے ہوش و حواس کھو گیا۔ اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دیا جائے۔ اِسلیے لوگوں کو حکمت کے ساتھ دین کی طرف بلانا چاہیے۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کا یہ بہترین طریقہ ہے جو ابراہیمؑ نے استعمال کیا۔

النحل: 125 ← اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ... (آپ اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے۔ اور اُن سے بہترین طریقے سے بحث و مباحثہ کریں...)

اگر کوئی جھگڑا کرنے پر تُلے تو ان سے جھگڑنا نہیں بلکہ مضبوط دلیلیں پیش کرنا چاہیے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

(اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو ظالم ہیں)

اگر کوئی سوال ذہن میں ہے تو سوال کرنا بری بات نہیں ہے بلکہ کہا گیا کہ اگر پتہ نہیں تو علماء سے پوچھو لیکن کچھ لوگ صرف بحث و مباحثہ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ ہدایت حاصل کرنے سوالات نہیں کرتے بلکہ تکبر کی وجہ سے کہ ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں یا سامنے والے کو ہرانے (شکست دینے) کے لیے یا سامنے والے کو ذلیل کرنے کے لیے یا انھیں دوسروں کو پریشان کرنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ اِسی لیے مناظرہ کرنے لگتے ہیں۔

چونکہ ظالم لوگ طاغوت کی پیروی کرتے ہیں اِسلیے اللہ انھیں ہدایت نہیں دیتا۔ بادشاہ بھی اکثر طاغوت ہوتے ہیں۔ دنیاوی نعمتیں بعض اوقات سرکشی کا باعث بن جاتی ہے۔

العلق: 7-6 ← كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۔ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (ہرگز نہیں! انسان [اس وقت] سرکشی کرنے لگتا ہے۔ جب وہ سمجھتا ہے کہ وہ بے نیاز ہے)۔ انسان تکبر کی وجہ سے سرکش ہوتا ہے یہ سوچ کر کہ مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔

جو ہدایت پر آنا نہیں چاہتا، اُسے اللہ زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ اللہ نے کائنات بنائی، انسانوں کو پیدا کرکے انھیں اختیار دیا ہے، عقل دی ہے کہ وہ غور و فکر سے کام لے اور ہدایت کے راستے پر وہ خود آئے۔ جو بھی ہدایت پانا چاہیگا تو اللہ اسے ہدایت دے دیگا۔ اور جو ہدایت پانا ہی نہیں چاہتا تو ایسے ظالموں کو اللہ زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔